پردہ غفلت

کا پتہ چلتا ہے کامیاب اور پُر اثر کردار نگاری کے لئے مکالمہ اساسی حیثیت کا حامل ہے۔

کشمکش یا تصادم:۔

ڈرامے میں تصادم یا کشمکش کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ یہ کشمکش کرداروں کی ہی ہوتی ہے اور راست طور پر ادا کی۔ یہاں ذہنی عناصر بھی ٹکراتے ہیں اور اصل بھی۔ ڈرامے کے اندر کشمکش کا ہونا لازمی ہے۔ جیسا کہ ہڈسن نے کہا ہے کہ کشمکش تو ڈرامے کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ کشمکش کی ابتدا ڈرامے کی ابتدا ہوتی ہے اور اس کی انتہا اس کا نقطہ عروج ہے۔

ڈرامے میں تصادم کا ہونا ناگزیر ہے۔ اس کے بغیر کامیاب ڈرامے کا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے۔ تصادم کی کیفیت مختلف شکلوں میں سامنے آتی ہے۔ کہیں دو افراد باہم دست و گریباں ہوتے ہیں۔ کہیں دو تہذیبیں بر سر پیکار ہوتی ہیں۔

موضوع و مقصد:۔

ڈرامے کا ایک مقصد ہوتا ہے۔ یعنی ہمارے احساس جمال کی آسودگی جذبات کی تہذیب، فکر و شعور کی ترتیب اس کے علاوہ معاشرہ کی اصلاح کی جذبہ یا کسی نظریے کی اشاعت کا خیال ڈرامے کا محرک ہوتا ہے۔ ڈرامانگار زندگی کو تنقیدی انداز سے دیکھتا ہے وہ اس کی خامیوں اور کوتاہیوں کا احساس رکھتا ہے۔ اور انہیں معاشرہ کو ان سے پاک دیکھنا چاہتا ہے۔ بعض ڈرامانگار کسی کردار کی زبانی اپنے عقائد کو کھل کر بیان کر دیتے ہیں۔ افکار و عقاید کی کھلی ہوئی تبلیغ عموماً فن لطیف میں پسندیدہ نہیں سمجھی جاتی۔ ڈرامامیں بھی ضروری ہوتا ہے کہ ڈرامانگار فن کی تہوں اور تہہ الگوں میں چھپا کر اپنے خیالات پیش کرے۔ قاری یا تماشائی کو یہ محسوس نہ ہو کہ ڈرامانگار تبلیغ کر رہا ہے۔ یہ احساس اکثر ڈراما کی فنی خوبیوں کو مجروح کر دیتا ہے۔

سوال نمبر: "پردہ غفلت" سے اپنی واقفیت کا اظہار کیجئے یا
عابد حسین کا ڈراما "پردہ غفلت" کا تنقیدی جائزہ لیجئے۔

جواب: "پردہ غفلت" ڈاکٹر عابد حسین کا لکھا ہوا ڈراما ہے۔ پہلے پہل یہ ڈراما 1925 میں جرمن سے شائع ہوا۔ یہ ڈراما تین ایکٹوں پر مشتمل ہے۔ اس میں کل نو سین و مناظر ہیں۔ اس ڈرامے کا موضوع تعلیم نسواں اور تنظیم خاندان ہے۔

"پردہ غفلت" ایک معاشرتی ڈراما ہے جس میں بعض پرانی رسموں کی برائیاں دکھائی گئی ہیں اور مغربی اثرات کے ماتحت زندگی میں جو تبدیلیاں آگئی ہیں ان کا احساس کرانے کے کامیابی کے ساتھ ایک قصہ ترتیب دیا گیا ہے۔ کہانی میں ایک پرانی وضع کے زمیندار گھرانے

Scanned by CamScanner

BA Part II
Paper – III

پردہ غفلت

ہوئے کہ ڈراما نگار نے دکھایا ہے کہ کس طرح الطاف حسین کے سیدھے پن اور تنک مزاجی کے سبب سے
ان کی جائیداد آہستہ آہستہ ایک مہاجن کے قبضے میں جا رہی ہے ایک مٹتے ہوئے نظام کی گرتی ہوئی
دیواروں کو سنبھالنے کے لیے پرانی قدروں کی حفاظت کرتے رہے وہ اپنی جائیداد مٹا رہے ہیں
اور اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ جب زندگی کا ڈھانچہ بدل جاتا ہے تو آدمی کو خود بھی بدل جانا چاہیے۔

کہانی کی ابتدا سے دو قدریں یعنی نئی اور پرانی قدریں ٹکراتی ہوئی نظر آتی ہیں۔
کہانی کی ہیروئن سعیدہ تعلیم یافتہ لڑکی ہے اور تعلیم حاصل کرنے کی شوقین ہے۔ میر الطاف حسین
کی بیوی رقیہ خاتون بھی چونکہ سامنے عورتوں کے لیے تعلیم ضروری نہیں ہیں بلکہ اس کو خاندانی حیثیت
روایت سے الگ سمجھتی ہیں۔ اور ان کے لیے خاندانی روایت سے الگ ہونا بہت بڑا گناہ ہے۔
وہ سعیدہ کی شادی ایک بڑی عمر کی اسکول کے ٹیچر محمد جواد سے کرنا چاہتی ہیں۔ جبکہ سعیدہ اور اس کے
بھائی منظور ایک روشن خیال نوجوان محمد علی کی طرف مائل ہیں۔ سعیدہ پردے کی قائل نہیں ہے
یہ خیال ہی اس خاندان کے لیے مصیبت بنا ہوا ہے۔ شیخ جی ایک بڑے بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ
سعیدہ اور منظور یعنی نئی قدروں کے نمائندہ کا ساتھ دیتے ہیں۔ شیخ جی کا کردار عابد حسین نے بڑی محنت
سے مرتب کیا ہے۔ ان کا کردار ارتقا اور وقت کا علامتی کردار ہے۔
اس ڈرامے کے ذریعہ عابد حسین نے یہ کہنا چاہا ہے کہ وقت بدل جانے کے بعد پرانی
قدریں پرانی رسمیں، خاندانی روایات کا خیال صرف فضول ہی نہیں بلکہ بہت زیادہ نقصان دہ ہے۔
اور جو چیزیں عقل کی کسوٹی پر پوری نہیں اترتیں ان کو چھوڑ کر آدمی کو نیا رویہ اختیار کر لینا چاہیے۔
"پردہ غفلت" سے ان کا یہ مقصد صاف طور پر نمایاں ہے اور پیش کرنے میں وہ کامیاب بھی ہیں۔ لیکن
اس کی ترتیب کچھ ایسی ہوئی ہے کہ ~~مقصد~~ مقصد ڈرامے پر چھا گیا ہے۔
تکنیک کو تو یہ ڈراما ایک محبت کی داستان بھی ہے۔ سعیدہ کی محمد علی سے
محبت۔ لیکن اس کا بیان اتنا پھیکا اور بے مزہ ہے کہ پڑھنے والا شروع سے آخر تک کسی دلچسپ منظر یا
جذبات کی عکاسی کا منتظر رہتا ہے اور اس کی امید پوری نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ بھی ڈرامے میں کوئی
منظر ایسا نہیں ہے جس میں عقل کی سنجیدگی سے تھوڑی دیر کے لیے ہٹ کر آدمی جنون کی وارفتگی یا حسن کی جلوہ
نوازی میں محو ہو سکے۔ مختلف عمر کے ہونے کے باوجود جو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سب کے سب کردار ایسے
سنجیدہ اور سن رسیدہ ہیں کہ بڑھاپے کے راستے سے الگ نہیں ہوتے۔

"پردہ غفلت" میں دلچسپی کے دوسرے عناصر کا بھی فقدان ہے۔ شیخ جی کی
لمبی لمبی تقریریں ہیں۔ یہ باتیں اگرچہ بہت ہی تلخ اور سنجیدہ ہیں۔ لیکن زندگی میں آدمی ہر

Scanned by CamScanner

پردۂ غفلت

وقت تو سنجیدگی نہیں جاتا۔ شیخ جی نے دنیا کا مطالعہ گہری نظر سے کیا ہے۔ وہ بڑے اچھے خیالات رکھتے ہیں۔
سوسائٹی میں ایک انفرادیت کے خواہاں ہیں اور حالانکہ اپنے اعتبار سے مذہب کے بڑے سخت مشیروں
کے ساتھ ڈراما اپنا دل جیسی کے اعتبار سے اسی وقت قائم تو ہو سکتی ہے جب اس کا کوئی اور کردار
جذبات کی گرمی اور عقل کے انتشار کو پیش کرتا۔ یوں بھی سعیدہ اور محمد علی کا کردار زندگی کی
کشمکش کا پتا رکھتا ہے۔ یہ ڈراما نگار کے ہاتھوں میں آدمی سے زیادہ کٹھ پتلی کے پتلے معلوم ہوتے ہیں۔
جو خود محسوس نہیں کرتے۔ جن کے سینے میں جذبات کے شعلے نہیں دہکتے جو زندگی میں ہر وقت بے حد
سنجیدہ نظر آتے ہیں۔

ڈرامے کے ہیرو اور ہیروئن کو زیادہ دشواریوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ کوئی اہم واقعہ
کوئی گہری چال ان کے خلاف نہیں پڑتی۔ صرف گرتی ہوئی روایتوں کو میر الطاف حسین سنبھالتے ہوئے نظر آتے ہیں۔
احمد حسین اور رقیہ خاتون کو مخالف کرتی ہیں [illegible] لیکن ان کی مخالفت میں ایسی دھمکی ہے جو آخر تک
دھمکی ہی رہتی ہے اور کسی طرح عمل میں نہیں آتی۔ اس نظر سے بھی اگر پلاٹ کو دیکھا جائے تو کوئی اس میں
پیچیدگی، کوئی خاص کشمکش یا تنوع نہیں پیدا ہوتی اور پلاٹ آہستہ آہستہ کھسکتا انجام کو
پہنچ جاتا ہے۔ نہ کہیں عمل کی تیزی ہے نہ تڑپ ہے۔

ڈراما "پردۂ غفلت" نے کافی شہرت حاصل کی۔ اس ڈرامے کو مولوی صاحب نے اس
وقت لکھا جب خلافت کی تحریک زور پکڑ چکی تھی اور وہ خود برطانیہ میں تھے۔ یہ ۱۹۲۵ء کی بات ہے۔
دراصل اس ڈرامے میں ایک خاندان کے احوال رقم کیے گئے ہیں۔ جس میں معاملہ افراد کے درمیان
جائیداد کی تقسیم کا ہے۔ لیکن ایسے تمام تر صورتِ واقعہ کے پیش میں معاشرے کے وہ رسوم و روایات
ہیں جو خاندان کی تباہی کا باعث ہیں کچھ کردار تو وہ ہیں جو روایات کے پابند ہیں اور جائیداد کی تقسیم کے
باب میں جو صورتیں اسلاف سے چلی آ رہی ہیں انھیں قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن دوسرے کردار ایسے
ہیں جو ان مسائل کو بدلنا چاہتے ہیں۔ صورتیں جب بدلیں گی تبھی مسلم معاشرے کی اصلاح ممکن ہے
دراصل یہ مرکزی مقصد ہے جو ڈرامے میں ریڑھ کی ہڈی کی طرح ہے۔ ایک اور صورت جو الجھی ہوئی ہے وہ
نصب العین رہے ہیں وہ آج بحث کا موضوع ہیں اور مسلم سماج اپنے موقف سے ابھی تک ہٹا نہیں ہے۔

میر الطاف حسین کا کردار:

میر الطاف حسین کی نظر میں شیخ کرامت علی کی بڑی عزت ہے۔ اس لیے
وہ شیخ جی کے سلسلے میں احمد حسین کی بدتمیزی کو برداشت نہیں کر سکے۔ بلکہ احمد حسین کی تنبیہ کا
احمد حسین پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ شروع سے آخر تک احمد حسین کی جوانی میر صاحب کے بڑھاپے
پر حاوی نظر آتا ہے جس سے میر صاحب کا کردار سپاٹ اور دکھاوا ہی کر رہ گیا ہے لہذا تو تقاضا کی

پردۂ غفلت

تمام شریفانہ کیفیتیں مفقود ہو کر رہ گئی ہیں۔ جب جب میر صاحب کچھ ہمت کر کے بولنے کی کوشش کرتے ہیں تب تب احمد حسین انہیں خاندانی وقار، رسم و رواج اور معززانہ شان و شوکت کا واسطہ دے کر خاموش کر دیتا ہے۔ میر الطاف حسین کے کردار میں جو کمی نمایاں ہے وہ ان کی کم عقلی اور بے بسی ہے ان میں سوچنے سمجھنے اور دنیاوی نشیب و فراز، فہم و ادراک نام کی کوئی چیز دکھائی نہیں پڑتی۔

میر الطاف حسین کو اپنے مرحوم بھائی کے اولاد سے بڑی محبت ہے۔ مگر وہ اس کے لئے کچھ کرنے سے مجبور ہیں۔ اگر میر صاحب چاہتے تو اپنے عقل و فہم اور دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے ڈرامے میں ایک اہم کردار نبھا سکتے تھے لیکن افسوس ہوتا ہے کہ ڈراما نگار انہیں ایک Type character بنا کر پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا اندازہ اس سین منظر سے نمایاں ہے۔

"الطاف میاں کی تو کیا کہئے۔ وہ جوانی میں کون بڑے تندرست تھے۔ بات یہ ہے کہ جب انسان ایک اندھیری کوٹھری میں رات دن چار پائی پر پڑا رہے "کیا مجھتے آپ ہی خواب ہوگی"

شیخ کرامت علی کے مذکورہ بالا خیالات سے عیاں ہے کہ ان کے ذہن اور جسم کی ساخت ابتدا ہی سے کچھ عجیب و غریب رہی ہے۔ اس طرح پتہ چلتا ہے کہ وہ جسمانی طور پر صحت مند اور توانائی سے بھرپور رہے اور نہ دنیاداری سے ان کا کوئی واسطہ رہا۔ انہوں نے شروع سے ہی زندگی سے فرار سیکھا ہے۔ وہ روز اول ہی سے دنیا سے بیزار اور اپنوں سے غافل رہے۔ اور ان کی اسی کمزوری سے احمد حسین اور ان کی بیوی نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ ان کی کاہلی اور سستی سے فائدہ اٹھا کر ہو گئے بے ایمان میاں جی کے پاس ساری جائیداد مفت میں چلی گئی۔

میر صاحب کے کردار کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ان کے کردار کا سپاٹ ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ان کے کردار میں ارتقا کی کیفیت کے مفقود ہونے میں خود ان کے مزاج و طبیعت کا ہاتھ ہے ~~...~~ دوسروں پر دوسروں پر انحصار کرنا ان کی عادت ہے۔ وہ ایک غافل انسان ہیں۔ شاید میر صاحب کی کاہلی اور سستی نے احمد حسین کے کردار میں جان ~~...~~ ڈال دی ہے۔

میر صاحب کے کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر خاتم رام پوری لکھتے ہیں۔

"کھانا کھا رہا ہو، درمیان میں بچہ دستر خوان سے اٹھ کر ماں کی گود میں چلا گیا ہو اور اس کا کتا اندھے کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر شریک طعام ہو۔ اندھا اپنی نظر کی کمزوری کے سبب کتے کو نور چشم سمجھ کر ساتھ کھلا رہا ہو۔"

گویا میر الطاف حسین بے وقوفی کی حد تک معصوم ہیں۔

احمد حسین کا کردار :-

احمد حسین ڈراما "پردۂ غفلت" کا ولن ہے۔ یہ کردار

پردۂ غفلت

فطری طور پر ایسی ہے۔ میر الطاف حسین کے دوست و احباب کا مختار عام ہے۔ اس نے اپنی زندگی کے تلخ و شیریں کا تجربہ حاصل ہے۔ یہ چالاک اور فتنہ پرور ہے۔ ان کا ایمان خود غرضی اور بے ایمانی ہے۔ معاملات میں پختہ کار ہے۔ اس کی جماعت کے تمام لوگ شروع سے آخر تک اس کے نقلی چیز کو ہی اصل سمجھ رہے ہے۔ میر الطاف حسین جو اس کے بہنوئی ہیں انھیں وہ فرسودہ خاندانی شوکت اور رسم و رواج کا واسطہ دے کر ٹھگ لیتا ہے۔ حویلی کے تبادلے میں قرض لیتا ہے اور روپیہ خود اپنی تحویل میں رکھتا ہے۔ یہ جو بھی کرتا ہوتا ہے اس کے لئے بہت سے راستے ہموار کرتا ہے۔ اور دوسرے لوگوں کو ایسے موڑ پر لا کر کھڑا کر دیتا ہے کہ وہ کچھ کرنے کو مجبور ہو جاتے ہیں۔

احمد حسین کا اندر دور اندیشی ہے۔ وہ وقت کی مناسبت سے کام کرنے کا ہنر جانتا ہے۔ کبھی چاپلوسی اور خوشامد کا سہارا لیتا ہے تو کبھی اپنے رعب اور دبدبے سے کام لیتا ہے۔ اپنی برتری قائم و برقرار رکھنے کے لئے منظور حسین کے خون کو سفید ثابت کرنے کی کوششوں میں مشغول رہتا ہے۔ سعیدہ کی تعلیم و تربیت کے خلاف نت نئے فتنے پیدا کرنا اس کی فطرت بن گئی ہے۔

وہ تعلیم نسواں کو رسوائی کی جڑ سمجھتا ہے۔ اس لئے وہ سعیدہ کا سخت مخالف ہو جاتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ سعیدہ کی تعلیم کو بہانہ بنا کر کسی طرح اس کے خلاف محاذ جنگ کو تیار کرنا چاہتا ہے۔ اپنی عیاری اور مکاری کو پوشیدہ رکھنے کے لئے وہ خاندان کی تقسیم کا قصوروار سعیدہ کی تعلیم کو ٹھہراتا ہے۔ اپنے کردار افعال سے وہ یہ تاثر قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ سعیدہ کی تعلیم کی وجہ سے پورے خاندان کی عزت اور آبرو خاک میں مل رہی ہے۔

اس ڈرامے کا بنیادی موضوع تقسیم خاندان اور جائیداد ہے۔ یہ بات احمد حسین کے نزدیک سرکشی اور بغاوت ہے۔ ظاہر احمد حسین کا سب سے اچھا طرف دار اور ہمنوا سیتا رام مہاجن ہے۔ احمد حسین کو خوش رکھنے کا طریقہ جانتا ہے۔

احمد کے کردار پر توجہ کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب رام پوری لکھتے ہیں۔

" اس کے ذہن میں بھی ایہام کا پہلو موجود ہے۔ اسی لئے موضوع کے حق میں جب کبھی کوئی

پردۂ غفلت

کردار ہونا چاہتا ہے اور باغیانہ روش اختیار کرنے کے موڈ میں ہوتا ہے تو ڈراما نگار شیخ جی کا بھیس بدل کر اسے دبا دیتا ہے۔ احمد حسین کو لاابالی اعتنا سمجھ کر بے توجہی سے کام لیتا ہے۔ احمد حسین ڈراما نگار کی بے توجہی کی پیداوار ہے اور اس کی بے توجہی اور نفرت ہی کی وجہ سے اس کی شخصیت بحران میں غرق ہے۔ دراصل معاملہ یہ ہے کہ ڈراما نگار مشرقی تہذیب کی برائیوں سے تو سخت متنفر ہے۔ لیکن مغربی تہذیب کی خوبیوں سے اس تناسب میں کھلی محبت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کے لاشعور میں شرقیت کے علاوہ توہم پرستی کا جذبہ ناگزیر ہے۔ اسی رومانیزم کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسی صورت میں کشمکش کی فضا کا اضطراب محسوس ہوتا ہے۔ تمام کردار بے دم نظر آنے لگے ہیں اور احمد حسین انجانے طور پر ڈرامے پر چھا جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو شیخ جی اپنی فلسفہ طرازیوں کے ذریعے الطاف حسین اور رقیہ خاتون کو رام کر سکتے تھے اور احمد حسین کے چہرے سے نقاب نوچ کر پھینک سکتے تھے۔ ایسا کر دینے کے بعد ایک تو احمد حسین بے یار و مددگار ہو جاتا۔ دوسرے شیخ جی غالب آ جاتے۔ عابد حسین نے اس طرح ڈرامے کے واقعات کی بنیاد ایک مضبوط و مستحکم اور مربوط پلاٹ پر تو رکھی ہے۔ کہنے کو تو اس میں محبت کی ایک داستان بھی ہے۔ تصادم کے آغاز سے ہی ڈرامے میں عمل شروع ہو جاتا ہے۔